جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ

الحمد للہ کہ رسالہ

لسان الغیب

مؤلفہ

حضرت مولانا حکیم فیروز الدین احمد صاحب طغرائی

امرتسری مدظلہ

باہتمام منشی مولا بخش صاحب کشتہ تاجر کتب امرتسر

روز بازار سٹیم پریس امرتسر میں چھپا

تعداد .... قیمت ۲

IQBAL ACADEMY LIBRARY Acc. No. LAHORE

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دورحاضر میں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال پی ایچ۔ ڈی بیرسٹرایٹ لا نے ایک فارسی مثنوی مولانائے روم کی طرز پر "اسرار خودی" کے نام سے تصنیف فرمائی ہے جسے نہایت دیدہ زیب لکھائی چھپائی کے ساتھ شایع کیا گیا ہے۔ ادبی دنیا کو اس مثنوی کا ایک مدت سے انتظار تھا، اور ایک طویل کاوش کا نتیجہ ہونے کی وجہ سے توقع کیجاتی تھی کہ یہ نظم ڈاکٹر صاحب کی تمام نظموں کے لئے مایۂ ناز ثابت ہوگی، لیکن خلاف توقع اسکا مطالعہ یاس آفرین ثابت ہوا جسکی بظاہر دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں:-

(۱) مضمون اور انداز دونوں ایسے تھے جن سے

عہدہ برآ ہونا صرف ارباب مشاہدہ کا خاصہ ہے!

(۲) زبان ایسی اختیار کیگئی جس میں مصنف کو کافی مشق اور پختہ کلامی حاصل نہ تھی۔

دیباچہ میں "خودی" کے معنی "احساس نفس" یا "تعین ذات"، ظاہر کئے گئے ہیں اور اس امر کی خصوصیت کی ساتھ تصریح کی گئی ہے کہ یہ لفظ عام طور پر جن معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اس نظم میں وہ مراد نہیں، حالانکہ جس شعر سے استشہاد کیا گیا ہے اس سے مشہور و مستعمل معنوں کے سوا کوئی خاص اصطلاح مفہوم نہیں ہوتی۔ وہ شعر یہ ہے :-

غریق قلزم وحدت دم از خودی نزند　　بود محال کشیدن میان آب نفس

ظاہر ہے کہ اس شعر میں لفظ "خودی" بمعنے خودبینی اور غرور استعمال ہوا ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب کے مزعومہ معنی لئے جائیں تو شعر مہمل اور بے لطف ہو جائیگا۔ بہرکیف ہمیں اس سے بحث نہیں، جس نا بلند

خصوصیت کے ساتھ ہمیں اس مثنوی کے متعلق قلم اُٹھانے پر مجبور کیا ہے وہ یہ ہے کہ مصنف نے اس کتاب کے صفحہ ۲۶ پر لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں انتہائی بے ادبی بلکہ گستاخی کرتے ہوئے انکو مسلک گوسفندی کے مسالک، ترک حیات کی تعلیم دینے والے، اور مُغوی اقوام وغیرہ رکیک الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ہم ازروئے انصاف خواجہ حافظ رح کے متعلق اِس بات کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ آیا فی الحقیقۃ اُنکا حال و قال اسی سلوک کے قابل تھا جو اِس مثنوی کے مصنف نے اُنکے حق میں روا رکھا یا اُن کی شان اس ہرزہ درائی سے ارفع و اعلےٰ ہے؟

سب سے پہلے ہم اُن اشعار کو بالاقتباس نقل کرتے ہیں جو بیسویں صدی کے اِس ہندی فلاسفر نے بُلبُل شیراز کے نغموں کے متعلق اپنی خوش فہمی کی بنا پر قلمبند کئے ہیں:۔

ہوشیار از حافظ صہبا گسار
جامش از زہر اجل سرمایہ دار

رہن ساقی خرقۂ پرہیز او — مے علاج ہول رستاخیز او

نیست غیر از بادہ در بازار او — از دو جام آشفتہ شد دستار او

رفت و شغل ساغر و ساقی گذاشت — بزم رندان و مئے باقی گذاشت

چوں جرس صد نالۂ رسوا کشید — عیش ہم در منزل جاناں ندید

مسلم و ایمان او زنار دار — رخنہ اندر دینش از مژگان یار

دعوی او نیست غیر از قال و قیل — دست او کوتاہ و خرما بر نخیل

آں فقیہ ملت میخوارگاں — آں امام امت بیچارگاں

گوسفند است و نوا آموختہ است — عشوہ و ناز و ادا آموختہ است

ضعف را نام توانائی دہد — ساز او اقوام را اغوا کند

بگذر از جامش کہ در مینای خویش — چوں مریدان حسن دارد حشیش

مار گلزارے کہ دارد زہر ناب — صید را اول ہمی آرد بخواب

بادہ زن با عرفی ہنگامہ خیز — زندہ از صحبت حافظ گریز

وین فسوں خوان زندگی از ما ربود — جام اوشان حمی از ما ربود

محفل او در خور ابرار نیست | ساغر او قابل احرار نیست
بے نیاز از محفل حافظ گزر | الحذر از گوسفنداں الحذر

اِن اشعار میں خواجہ علیہ الرحمۃ کو جن بیہودہ الزامات کا نشانہ بنا کر اُن کی روح کو صدمہ پہنچایا گیا ہے، اُن کی وجہ غالباً یہی ہے کہ معترض کو حقیقت حال سے آگاہی حاصل نہیں! ورنہ ایک ایسے شخص کی نسبت جس کا نام دنیا کے ہر ایک حصہ میں عزت و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہو اور جسکے حلقہ ارادت کی وسعت اپنی قوم سے متجاوز ہو کر غیر اقوام کے باذاق افراد پر بھی حاوی ہو بظاہر رندی و مستی کے ذکر کی بنا پر یہ رائے قائم کر لینا کہ شرابی و فاسق و فاجر تھا کسی طرح قرین انصاف نہیں بلکہ "شعر فہمی عالم بالا" کی مصداق ہے۔

نمائیشی زاہد کے لئے تو خواجہ صاحب نے یہ فرمایا ہے :-

زاہد ظاہر پرست از حال ما آگاہ نیست | در حق ما ہر چہ گوید جای ہیچ اکراہ نیست

لیکن ڈاکٹر صاحب کی نوعیت کے معترضوں کی نسبت اس طرح اشارہ کیا ہے :-

بادہ با محتسب شہر ننوشی زنہار
کہ خورد با تو می و سنگ بجام اندازد

ملا سید محمد عرفی شیرازی جیسا خودستا اور مغرور شاعر جسکو خود ڈاکٹر صاحب خواجہ پر ترجیح دیتے ہوئے اپنی مثنوی کے ناظرین کو اُسکے ساتھ شراب خواری کی تلقین فرماتے ہیں، خواجہ کی نسبت ان الفاظ میں اظہار عقیدت کرتا ہے :-

بگرد مرقدِ حافظ کہ کعبۂ سخن است
در آمدیم بعزم طواف در پرواز

دوسری جگہ کہتا ہے :-

بر آں تتبعِ حافظ روا چو عُرفی
کہ دل بکاوود درد سخنوری دائم

مرزا صائب اصفہانی جسکی صحیح المذاقی میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا سب سے زیادہ خواجہ حافظ کا معترف تھا، چنانچہ ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ اُس نے احباب کے اصرار سے خواجہ کی غزل پر ایک غزل

لکھی مگر ساتھ ہی مقطع میں حسب ذیل معذرت بھی کر دی ہے:-

صائب چہ تواں کرد بہ تکلیف عزیزاں ورنہ طرف خواجہ شدن بے بصری بود

ایک اور غزل میں کہتا ہے:-

رواست صائب اگر نیست از رہِ دعوے تتبع غزل خواجہ گرچہ بے ادبی است

سلیم لکھتا ہے:-

سلیم معتقد نظم خواجہ حافظ باش کہ نشہ بیش بود در شراب شیرازی

مولانا جامی "بہارستان" کے روضۂ ہفتم میں لکھتے ہیں:-

"خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ اکثر اشعار او لطیف و مطبوع است و بعضے بہ حدِ اعجاز رسیدہ چوں بر اشعار وے اثرِ تکلیف نیست وی را "لسان الغیب" لقب کردہ اند"

مؤلف آتشکدہ آذر خواجہ کے تذکرہ میں لکھتا ہے:-

"و نظر بکمالات معنوی شاعری دونِ مرتبہ ایشاں است۔ ابیات دلکش و اشعار خوشِ آنجناب بمذاق عاشقانِ عارف و

عارفان عاشق موافق و کلام ایشاں را حالتے ہست کہ در گفتار ہیچیک از استاداں نیست و بکلام ہیچیکے مشتبہ نمے شود ہمانا واردات غیبی است، بایں جہت از بزرگاں لسان الغیب لقب یافتہ، و گویند شاہ قاسم انوار کہ از اکابر سلسلہ علیہ است معتقد کلام ایشاں بودہ و اکثر اوقات بصحبت دیوان حافظ بسر بردہ سخنانش از تکلفات خالی و ابیات دلاویزش حالیست، یا صنائع کشیدہ و ساغر مراد چشیدہ، و سلطان احمد جلائر نظر بفرط اخلاص مکرر از بغداد خواہش ادراک صحبت خواجہ کردہ و از و التماس رفتن بغداد کردہ و خواجہ نظر بہمت بلند از شیراز حرکت نکردہ "

علامہ شبلیؒ شعر العجم کے حصہ دوم میں بحوالہ "ہفت اقلیم امین رازی" لکھتے ہیں:-

"قرآن اور تفسیر کے ساتھ اُن کو خاص لگاؤ تھا، دیوان

کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ تفسیر کشاف پر حاشیہ بھی لکھا تھا، خود فرماتے ہیں:-

زحافظان جہاں کس چو بندہ جمع نکرد لطائف حکما با نکات قرآنی

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب قرآن مجید کی تفسیر میں معقول کو منقول سے تطبیق دیتے تھے، فن قرأۃ میں کمال تھا، اسکے ساتھ خوش آواز تھے، معمول تھا کہ ہمیشہ جمعہ کی رات کو مسجد کے مقصورہ میں تمام رات خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے۔

قرآن مجید حفظ یاد تھا اور اس مناسبت سے حافظ تخلص رکھا تھا"

یہ ہے خواجہ کی عملی حالت، کیا اس قسم کا شخص فاسق و فاجر ہو سکتا ہے؟ اور اسکی نسبت یہ کہنا انصاف اور حق گوئی پر مبنی ہے؟

محفلِ او در خورِ ابرار نیست ساغرِ او قابلِ احرار نیست
دعوی او نیست غیر از قال و قیل دستِ او کوتاہ و خرما بر نخیل"

آگے چلکر مولینا شبلی لکھتے ہیں :-

"غرض یہ بالکل غلط ہے کہ خواجہ صاحب ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے تھے اور کسب معاش کی کچھ فکر نہ کرتے تھے، البتہ فرق یہ ہے کہ اُن کے تمام معاصرین بلکہ بیشتر و نہایت ذلیل طریقوں سے کام لیتے تھے خواجہ صاحب اس سفلہ پن سے بری ہیں۔"

اس شہادت کی موجودگی میں ڈاکٹر صاحب کا یہ مقولہ کس حد تک قابل اعتنا سمجھا جا سکتا ہے :-

"آں امام اُمّت بیچارگاں"

خواجہ کی معاشرت کے متعلق مولانا رقمطراز ہیں :-

"نہایت سادگی اور آزادی سے بسر کرتے تھے، حافظ

قرآن مجتبےٰ: قرآن مجید کے نکات اور حقائق پر درس
دیتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ اظہار تقدس سے نہایت
نفرت رکھتے تھے، صاف دل اور بے تکلف تھے"۔

الحمد للہ ان اوصاف پر یہ بدگوئی اور شماتت سچ ہے۔

ہُنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است

اگر خواجہ حافظ نے بر سبیل "گفتہ آید در حدیث دیگراں"
بظاہر شراب، رندی اور مستی کا تذکرہ کیا ہے، تو یہ جرم
صرف اُنہیں تک محدود نہیں بلکہ بڑے بڑے متورّع او
متشرّع بزرگوں نے بھی جن کی ولایت اور کرامت میں کسی کو
کلام نہیں ہو سکتا، اس قسم کے اشارات سے کام لیا ہے۔
مولانا جامی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

زاہد کہ عیب بادہ فشاراں ہمی کند   در تنگنائے توبہ و تقویٰ فسردہ بہ
کجاست ساقی پیماں شکن کہ بفروشیم   متاع توبہ و تقویٰ بیک دو پیمانہ

وقت گل می مطرب و دولتیست تا دانی — دولتی چنین دریاب ابی بہار دولت ثانی

باشد از شرب یا مشرب رندان صافی — عیب رندان مکن اخواجه نزبے الصافی

بر شیخ شہر ندارد ارادتے جامی — مرید عشوه ساقی ست او و عشوه می

می چیست جذب عشق که بد را و نیک را — سازد تهی ز وسوسۂ نیکی و بدی

در شرع عشق هر چه بجز می ضلالت است — خوش آنکه شد بشارع میخانه مهتدی

حضرت مولانا جلال الدین محمد البلخی ثم الرومی قدس اللہ سرہٗ جن سے ڈاکٹر صاحب کو بھی خاص عقیدت ہے، اور جنکی خدا شناسی و حق پژوہی کا ایک زمانہ معترف ہے، فرماتے ہیں :-

چندیں بریز باده که از خود شوم بیاد — کاندر خودی و هستی غیر از تعب ندیدم

ساقی بیار باده و بختم بلند کن — در حلقہائے زلف دلم را کمند کن

جامے چو آفتاب پر آتش بگیر زود — در کش بروی چون قمر شہریار ما

کیست که بنمایدم راه خرابات را — تا بدہم مژده او حاصل طاعات را

کاش دہند بہشت عابدان زاہد را — تا بگرو گردمے وجہ خرابات را

نفسے یار شرابم نفسے جنت کبابم | چو دریں دو در خرابم چہ کنم دو روزہ مارا
حریف دو ورخ آشامان مستم | کہ بشگافند سقف سبز گوں را
نبست کند بست کند بیدل و بیتابے کند | بادہ و بند مست کند ساقی خمارِ ما
گر بجامے ز بریزی ما سیر سر نگردیم | زیرا نگوں نہادی در سر کدو تمارا
از برائے علاج باخبری | در فگن ذرّہ نبید افیوں را
دل پُر خوں ببیں تو اے ساقی | در دہ آں جام لعل چوں خوں را

شیخ مُصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ بھی جن کی نسبت مولینا شبلی جیسا محقق مورخ حسب ذیل شہادت دیتا ہے کہ "شیخ کا شمار صوفیہ کبار میں ہے اور بلاشبہ وہ پاکیزہ ... باطن اور صاحب حال تھے"، اپنے کلام کو رندی اور مستی کے مضامین سے بری نہیں رکھ سکے، چنانچہ لکھتے ہیں:

مُوذّن غلط گفت بانگ نماز | مگر ہمچو من مست و مدہوش بود
ای محتسب از جواں چہ پُرسی | من توبہ کمے کنم کہ پیرم

من آن نیم که حلال از حرام نشناسم — شراب با تو حلال است و آب بی تو حرام

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس اللہ روحہ جو صوفیۂ کرام میں ایک نہایت بلند پایہ بزرگ ہوئے ہیں اپنے دیوان میں فرماتے ہیں:-

دگر که غمزهٔ ساقی کرشمه فرمود — که هوش و صبر ز مستان بزم عشق ربود

روزیکه یار جام صفا پر ز می کند — عاشق در آن وفا و جفا یاد کی کند

بنار عشق صوفی خرقهٔ پشمین بسوزد به — که از هر موی او صد رشته زنار می تابد

می پرستان پی آن جرعه که بر خاک فگند — مست و در کوی خرابات از آن آمده اند

جرعهٔ زین بادهٔ جان بخش اگر ریزی بخاک — های و هوی عشق برخیزد ز اموات قبور

من از کنج خرابات جمالی دیده ام واقف — که چندین سال مسیحیم بمحراب مناجاتش

قطع نظر ازیں خواجہ حافظؒ نے جس شراب اور مستی کا اپنے کلام میں جا بجا ذکر کیا ہے اُس کی کیفیت اشعار ذیل سے واضح ہے:-

سر ز مستی بر نگیرد تا به صبح روز حشر — هر که چون من در ازل جرعه خورد از جام الست

غرض ز مسجد و میخانہ ام وصال شماست — جز این خیال ندارم خدا گواہ من است

بہیچ دور نخواہند یافت ہشیارش — چنیں کہ حافظ ما مست بادۂ ازل است

"اسرار خودی" کے مصنف نے خواجہ پر نزلہ ریزی کرتے ہوئے زیادہ زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ اُنھوں نے افسردگی، پژمردگی اور غفلت کی تعلیم دینے کے سوا دنیا کو کوئی مفید سبق نہیں دیا، اس بناء پر ہم ذیل میں اُنکے افادات سے بطور مُشتے نمونہ وہ اشعار ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جن کو تحریک عمل اور الفاظ جذبات کے اعتبار سے ولولہ انگیزی اور جوش آفرینی کا بہترین نمونہ کہنا چاہیئے :-

ولولہ انگیزی اور اولوالعزمی

بیا تا گُل برافشانیم و می در ساغر اندازیم — فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم

اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقاں ریزد — من و ساقی بہم سازیم و بنیادش بر اندازیم

چو در دست است رودی خوش بزن مطرب سرودی خوش — کہ دست افشاں غزل خوانیم و پاکوباں سر اندازیم

گرچہ گرد آلود فقرم شرم باد از ہمتم — گر بآبِ چشمۂ خورشید دامن تر کنم
عاشقاں را گر در آتش می پسندد لطفِ دوست — تنگ چشمم گر نظر بر چشمۂ کوثر کنم

حافظ آبِ رخ خود بر درِ ہر سفلہ مریز — حاجت آں بہ کہ برِ قاضیِ حاجات بریم

چو طفلاں تا کے اے زاہد فریبی — بہ سیبِ بوستان و شہد و شیرم
من آں مرغم کہ ہر شام و سحرگاہ — زبامِ عرش می آید صفیرم
خوشا آندم کہ استغنائے مستی — فراغت بخشد از شاہ و وزیرم

من ملک بودم و فردوسِ بریں جایم بود — آدم آورد دریں دیرِ خراب آبادم
سایۂ طوبی و دلجوئیِ حور و لبِ حوض — بہ ہوائے سرِ کوئے تو برفت از یادم

اِن اشعار میں اُلوالعزمی، خودداری اور عالی ہمتی کے مضامین نہایت برجستگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کئے گئے ہیں اور بفحوائے خَیرُ الکَلامِ مَاقَلَّ وَدَلَّ ایک ہمہ گیر انداز سے وہ مطالب بیان کر دیئے ہیں جن کی توضیح سے ڈاکٹر صاحب کی طویل و عریض مثنوی بھی عہدہ برآ نہ ہوسکی۔

تجربۂ عمل

ماہِ کنعانیِ من مسندِ مصر آن تو شد — وقت آنست کہ بدرود کنی زندان را

در بیابان فنا گم شدن آخر تا چند — رہ بپرسیم مگر پے بمہمات بریم

دائم گل این بستان شاداب نمی ماند — دریاب ضعیفان را در وقت توانائی

اے دل بکوی عشق گذارے نمیکنی — اسباب جمع داری و کاری نمیکنی

بوقت گل خدا را توبہ بشکن — کہ عہد گل ندارد استواری

آخر الامر گل کوزہ گران خواہی شد — حالیا فکر سبو کن کہ پر از بادہ کنی

ای دل شباب رفت و نچیدی گلی ز عمر — پیرانہ سر بکن ہنری ننگ و نام را

دہقان سالخوردہ چہ خوش گفت با پسر — ای نور چشم من بجز از کشتہ ندروی

زہرہ سازِ خوش نمی سازد مگر عودش بسوخت — کس ندارد ذوق مستی میگساران را چہ شد

گوی توفیق و کرامت در میان افگندہ اند — کس بمیدان در نمی آید سواران را چہ شد

صد ہزاران گل شگفت و بانگ مرغی بر نخاست — عندلیبان را چہ پیش آمد ہزاران را چہ شد

ہیچ بے عملی در جہان ملوم دلیں — ملامت علما ہم ز علم بے عمل است

بعزم مرحلۂ عشق پیش نہ قدمے — کہ سود ہا بری ار این سفر توانی کرد

گل مراد تو آنگہ نقاب بکشاید — کہ خدمتش چو نسیم سحر توانی کرد

عیان نشد کہ چرا آمدم کجا بودم — دریغ و درد کہ غافل ز کار خویشتنم

اس قسم کے اشعار کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی منصف مزاج شخص خواجہ علیہ الرحمۃ کی نسبت یہ کہنے کی جُرأت نہیں کر سکتا کہ انھوں نے اقوام عالم کو نکمّا رہنے اور گوشۂ عزلت اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔

صبر و استقلال

عشق بازی را تحمل باید ای دل پای دار — گر بلائی بود بود و گر خطائی رفت رفت

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر — آرے شود ولیک بخون جگر شود

ای دل صبور باش و مخور غم کہ عاقبت — از شام صبح گردد و از شب سحر شود

مکن ز غصہ شکایت کہ در طریق ادب — براحتے نرسید آنکہ زحمتے نکشید

صبر کن حافظ بسختی روز و شب — عاقبت روزے بیابی کام را

ناز پرورد تنعم نبرد راه بدوست — عاشقی شیوهٔ رندان بلاکش باشد

یوسف گم گشته باز آید بکنعان غم مخور — کلبهٔ احزان شود روزی گلستان غم مخور

در بیابان گر بشوق کعبه خواهی زد قدم — سرزنشها گر کند خار مغیلان غم مخور

گر دو روزی دور گردون بر مراد ما نگشت — دائما یکسان نماند حال دوران غم مخور

دلا ز هجر مکن ناله زانکه در عالم — غم است و شادی و خار و گل و نشیب و فراز

دلا مثال تو شامی که صبح در پی اوست — که نیش و نوش بهم باشد و نشیب و فراز

غنچه گو تنگدل از کار فرو بسته مباش — کز دم صبح مدد یابی و انفاس نسیم

در ره منزل لیلی که خطرهاست بجان — شرط اول آنست که مجنون باشی

عاقبت دست بر آن سرو بلندش برسد — هر که را در ره او دست طلب قاصر نیست

فراز و شیب بیابان عشق دام بلاست — کجاست شیر زبان کز بلا نه پرهیزد

دلا بسوز که سوز تو کارها بکند — دعای نیم شبی دفع هر بلا بکند

ضبط نفس اور استقلال کی جو زرّیں تعلیم اِن اشعار میں دی گئی ہے وہ کسی بے لوث اور [illegible] طبیعت کو

خواجہ کی نسبت سوءِ ظن پھیلانے اور بہانا تا ڈہل اُس کی صحبت سے تحذیر و تخویف کا اعلان کرنیکی ہرگز اجازت نہیں دیسکتی، لیکن جن طبائع سے خودی اور خودستائی نے حق نیوشی اور سپاس گزاری کا مادّہ سلب کرلیا ہو اُنکو آفتاب پر خاک ڈالنے کی سعی بے حاصل سے روکنا "نغمہ بہ کر سرودن"، کا مصداق ہوگا!

حزم و احتیاط

دور است سرِ آب درین بادیہ ہشدار
تا غولِ بیاباں نفریبد بسراب ات

تا در رہ پیری بچہ آئین روی اے دل
باری بغلط صرف شد ایامِ شباب ات

جبریدہ روکہ گزرگاہ عافیت تنگ ست
پیالہ گیر کہ عمر عزیز بے بدل ست

گرچہ پیرہن ست پیرِ ابراہیم زمانا برد وست
رفتن آساں لو بدار وقت منزل ابائی

در آستین مرقع پیالہ پنہاں دار
کہ ہمچو چشم صراحی زمانہ خونریز است

حزم و احتیاط کے متعلق جس سے بہتر ارباب طریقت کے لئے

کوئی دلیل راہ نہیں ہو سکتا، اِن شعروں میں ایسی قابل قدر ہدایات ہیں جن پر عمل پیرا ہونا منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے بہترین کفالت ہے۔ باایںہمہ اگر خواجہ صاحب "اغوا‌ئے اقوام" کے ملزم ہیں، تو، ع

چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

فلسفۂ اخلاق

خلل پذیر بود ہر بنا کہ می بینی — مگر بنائے محبت کہ خالی از خلل است

بحسن خُلق تواں کرد صید اہل نظر — بدام و دانہ نگیرند مرغ دانا را

قفا خوریم و ملامت کشیم و خوش باشیم — کہ در طریقت ما کافریست رنجیدن

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم — از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

مباش در پئے آزار و ہر چہ خواہی کن — کہ در طریقت ما غیر ازیں گناہے نیست

عیب درویش و تونگر بہ کم و بیش بد است — کار بد مصلحت آنست کہ مطلق نکنیم

حافظ از خصم خطا گفت نگیریم بر او — ور کہ حق گفت جدل با سخن حق نکنیم

به پیر میکده گفتم که چیست راه نجات   بخواست جام می و گفت عیب پوشیدن

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن   که خواجه خود روش بنده پروری داند

من آن نگین سلیمان بهیچ نستانم   که گاه گاه برو دست اهرمن باشد

تکیه بر جای بزرگان نتوان زد بگزاف   مگر اسباب بزرگی همه آماده کنی

تاج شاهی طلبی گوهر ذاتی بنمای   ور خود از گوهر جمشید و فریدون باشی

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولی   دام تزویر مکن چون دگران قرآن را

در میخانه ببستند خدایا مپسند   که در خانه تزویر و ریا بگشایند

چنان بزی که اگر خاک ره شوی کس را   غبار خاطری از رهگذار ما نرسد

بس تجربه کردیم درین دیر مکافات   با دردکشان هر که درافتاد برافتاد

پند حکیم عین صوابست و محض خیر   فرخنده بخت آنکه بسمع رضا شنید

نفاق و زرق نبخشد صفای دل حافظ   طریق رندی و عشق اختیار خواهم کرد

چو طهارت نبود کعبه و بتخانه یکیست   نبود خیر در آن خانه که عصمت نبود

صد ملک دل به نیم نظر میتوان خرید   خوبان درین معامله تقصیر میکنند

آتش آن نیست کہ شعلۂ او خندد شمع | آتش آنست کہ در خرمن پروانہ زوند
نیکنامی خواہی ای دل با بدان صحبت مدار | خود پسندی جان من برہان نادانی بود
شاہ را بہ بود از طاعت صد سالہ زہد | قدر یکساعت عمرے کہ درو داد کند

خواجہ صاحب کے بعض اشعار پر ڈاکٹر صاحب نے خصوصیت کے ساتھ اعتراض کرتے ہوئے انکا ذکر جزئی طور پر اپنی مثنوی میں بطریق ذیل کیا ہے :-

نیست غیر از بادہ در بازار او | از دو جام آشفتہ شد دستار او
رہن ساقی خرقۂ پرہیز او | می علاج ہول رستاخیز او
رفت و شغل ساغر و ساقی گذاشت | بزم رندان و مئے باقی گذاشت
چوں جرس صد نالہ رسوا کشید | عیش ہم در منزل جانان ندید
مسلم و ایمان او زنار دار | رخنہ اندر دینش از مژگان یار
دعوی او نیست غیر از قال و قیل | دست او کوتاہ خرما بر نخیل

ہم چاہتے ہیں کہ اس مقام پر اُن کو تمامتہا نقل کرنے کے

بعد نمبر وار شرح کر دیں تاکہ ناظرین کرام کو معلوم ہو جائے کہ حقیقت حال کیا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے اپنی خوش فہمی کی بنا پر کیا نتائج اخذ کئے ہیں :۔

صوفی ار سرِ خوش از نیست کہ کج کرد کلاہ بدو جام دگر آشفتہ شود دستارش

شرح :۔ صوفی سے مراد عالم ظاہر ہے، جام سے وہی شراب معرفت کا جام مقصود ہے ؛ الحاصل شاعر کہتا ہے کہ ظاہر بین عالم جو ابھی ابھی اہل حال کا شریک محفل ہوا ہے اور عدم تاثر پر اترا رہا ہے، ذرا صبر تو کرے، عرفان الٰہی کے ایک دو جام اور نوش کرنے پر مدہوش ہو جائیگا۔ اس سے جذبہ حقیقت کا اظہار مطلوب ہے ؛

پیالہ در کفنم نہ کہ تا سحر گہ حشر بہ می ز دل ببرم ہول روز رستاخیز

شرح :۔ پیالہ تسمیۃ الحال باسم المحل کی قبیل سے ہے اور بمعنی شراب واقع ہوا ہے جو کنایہ ہے عشق الٰہی سے، حاصل

یہ کہ مرشد کامل سے خطاب کرتا ہے کہ عشق الٰہی میرے دل میں بھر دے تاکہ مرنے وقت میرے ساتھ ہو اور اُس کی وجہ سے قیامت کے دن کا خوف میرے دل سے دُور رہے ۔ مقصد یہ ہے کہ لوگ عشق الٰہی کے فوائد سے آگاہ ہو جائیں اور اس کے حصول کی کوشش کریں ۔

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنّت نخواہی یافت کنارِ آبِ رکن آباد و گلگشت مصلّٰی را

شرح :- ساقی مرشد سے ، شراب شاہد حقیقی کی محبّت سے اور آبِ رکن آباد و گلگشت مصلّٰی دنیا سے کنایہ ہے ۔

الحاصل - ای مرشد اسرار محبت سے جو اہل مودت کے لئے سرور افزا ہیں مجھے آگاہ کر ، کیونکہ دنیا جو حصول معرفت اور ادراک مدارج کا مقام ہے جنت میں میسّر نہیں آسکیگی یہاں بھی کمال روحانی کے ادراک کی خواہش کیگئی ہے ، اور اہل مطالعہ کے لئے ایک زبردست ترغیب ہے ۔

مراد منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا

شرح :۔ منزل جاناں سے مراد حصول عرفان کا محل یعنی دنیا ہے

جرس سے ملک الموت اور محمل سے سالک کا وجود ارادہ

کیا گیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ مجھے دنیا میں جو کہ حصول عرفان الٰہی کا مقام

ہے، کیا امن اور عیش ہو سکتا ہے، جبکہ ملک الموت ہر وقت

کوچ کی تیاری یاد دلا رہا ہے ؛ اس شعر میں فرصت کی کمی

اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچا گیا ہے، جو تحریک للعمل

اور تحذیر عن المعاصی کا بہترین پیرایہ ہے ؛

شاہداں گر دلبری زینساں کنند زاہداں را رخنہ در ایماں کنند

شرح :۔ شاہد مرشد کامل سے، دلبری کشف و توجہ سے

اور زاہد ظاہر پرست عابد سے کنایہ ہے۔

فرماتے ہیں کہ اگر مرشد کامل نے اسی طرح کشف و توجہ کا اظہار

کیا تو اہل ظاہر ضرور اس طرف کھنچے چلے آئینگے اور اُن کے ظاہری ایمان میں ضرور رخنہ پڑجائے گا۔ اس سے حقیقت پرستی کے ذوق کو عام کرنا مقصود ہے۔

پائے ما کوتاہ و منزل بس دراز   دست ما کوتاہ و خرما بر نخیل

تشریح :- اس شعر کا مطلب نہایت صاف ہے۔ پائے کوتاہ سے کم رفتاری اور دست کوتاہ سے بے عملی مراد ہے۔ شاعر کو اس مضمون کے ادا کرنے سے کوشش اور کام کرنے کے لئے غیرت دلانا مقصود ہے۔

یہ ہے خواجہ علیہ الرحمۃ کی اُس تعلیم کا خلاصہ جو اُنھوں نے دنیا کے سامنے پیش کی، اسقدر ترتیب قضیہ کے بعد ہم اس معاملہ کو ناظرین کی فراست اور معاملہ فہمی کے سپرد کرتے ہیں اب وہ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کا وہ ریمارک جو اُنھوں نے اپنی مثنوی میں خواجہ حافظ کی تعلیم کے

متعلق کیا ہے کس حد تک حق بجانب ہے، اور کیا اس قسم کا پاکیزہ اور مطلب خیز کلام قابل اعتراض ہو سکتا ہے؟

ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عُرفاء کے رموز و اشارات سمجھنے کے لئے ارباب حال کی خدمت میں کچھ عرصہ زانوئے ادب تہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسرار کائنات محض علوم درسیہ کی تحصیل اور بحث و مباحثہ سے معلوم نہیں ہو سکتے اس کے لئے مجاہدہ، ریاضت، وجدان اور کشف سے استمداد کرنی چاہیئے۔ خواجہ صاحب نے بقول مولانا شبلی اُرباب ذوق و مشاہدہ کا نام ساقی، بادہ فروش اور رند رکھا ہے اور اسی بناء پر وہ ہر جگہ پیر مغاں اور بادہ فروش کی حلقہ بگوشی کا دعوٰے کرتے ہیں، اور اُن کے مقابلہ میں علمائے ظاہر کو بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ ان اشعار کو بغور ملاحظہ کیجئے:۔

شکر خدا که سرّ عارف سالک بکس نگفت | در حیرتم که باده فروش از کجا شنید

ای که از دفتر عقل آیت عشق آموزی | ترسم این نکته به تحقیق ندانی دانست

مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز | ورنه در محفل رندان خبری نیست که نیست

سر ز حیرت به در میکدها بر کردم | چون شناسائی تو در صومعه یک پیر نبود

تا ز میخانه و می نام و نشان خواهد بود | سر ما خاک ره پیر مغان خواهد بود

حلقهٔ پیر مغانم ز ازل در گوش است | ما همانیم که بودیم و همان خواهد بود

ساقیا جام میم ده که نگارندهٔ غیب | نیست معلوم که در پردهٔ اسرار چه کرد

تشویش وقت پیر مغان میدهند باز | این سالکان نگر که چه با پیر میکنند

دوش دیدم که ملائک در میخانه زدند | گل آدم بسرشتند و به پیمانه زدند

ساکنان حرم ستر و عفاف ملکوت | با من راه نشین ساغر مستانه زدند

در خانقه نگنجد اسرار عشق و مستی | جام می مغانه هم با مغان توان زد

عشق و شباب و رندی مجموعهٔ مراد است | ساقی بیا که جامی در این زمان توان زد

[illegible] نیست بکام [illegible] | عاشقان را همه در رشته [illegible] آدم انداز[illegible]

بیا بیا کہ زمانے ز مے خراب شویم — مگر رسیم بگنجے دریں خراب آباد

بیا بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن — مرو بصومعہ کانجا سیاہ کاران اند

ز کوے میکدہ برگشتہ ام ز راہ خطا — مرا دگر ز کرم در رہ صواب انداز

یہ عارفانہ اشارات ظاہر کر رہے ہیں کہ خواجہ حافظ کو بادہ فروش، رند اور مے کدہ وغیرہ سے کیا مقصود تھا، اور ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات کس سطحیت اور رکاکت کے اسفل السافلین میں گرے ہوئے ہیں ؎

سخن تا نہ سنجی بلب بر میار
کزیں شیوہ آخر پشیمان شوی

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
LIBRARY.
Acc. No. 16,148
LAHORE.

مختصر فہرست کتب

مکمل مسدس حالی مع حیات حالی } مولانا حالی کی مسدس مدوجزر اسلام اور ضمیمہ مع مولانا حالی کی سوانح عمری کے پاکٹ اڈیشن پر نہایت صحت و صفائی اور اعلےٰ لکھائی چھپائی کے ولایتی کاغذ پر طبع ہوئی ہے بایں ہمہ قیمت ۸؍ مجلد ۱۲؍

کلام فیروز حضرت فیروز طغرائی امرتسری کی اخلاقی ملکی تمدنی مذہبی نظموں کا قابل دید مجموعہ ۴؍

عذر شکوہ ڈاکٹر اقبال کے شکوہ کا بہترین جواب ۲؍

ذخیرہ معلومات ملک کی نہایت مفید و کار آمد صنعتوں اطبائے حاذق کے صدری نسخوں اور مجرب و بہ تاثیر گشتہ جات کا خزانہ ۔ ۴؍

ارمغان جمیل گذشتہ و موجودہ سید القلم حضرات کے مضامین نظم و نثر کا مجموعہ ۱؍

وصال یار عاشقانہ اردو نظمیات کا قابل قدر مجموعہ ۱؍

یہ اور دیگر ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ

منشی مولا بخش کشتہ تاجر کتب امرتسر بازار جیل سنگھ